آزادیٔ اظہارِ رائے اور توہین میں فرق

حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری مدظلہ
ناظمِ اعلیٰ: وفاق المدارس العربیہ پاکستان

شر انگیز، دل آزار اور گستاخانہ فلم کے معاملے میں عالم اسلام میں رواداری کی جولہر اٹھی ہے، وہ حوصلہ افزا بھی ہے اور فکر انگیز بھی۔ حوصلہ افزا اس لحاظ سے کہ دینی اقدار و روایت، قابلِ احترام مذہبی شخصیات اور پیغمبر آخر الزمان ﷺ کے معاملے میں دنیا بھر کے اہلِ ایمان اپنی تمام تر کمزوریوں اور کوتاہیوں کے باوجود ابھی تک جس حساسیت اور ایمانی غیرت کا مظاہرہ کرتے ہیں، اس سے لگتا ہے کہ ابھی اس امت کی خاکستر میں بہت سی چنگاریاں باقی ہیں۔ انہی چنگاریوں سے چراغ بھی روشن ہوتے ہیں اور انہی چنگاریوں سے الاؤ بھی جل اٹھتے ہیں۔ اس لئے یہ بیداری ایک لمحہ فکریہ کی حیثیت بھی رکھتی ہے، کیونکہ کئی جگہوں پر یہ صورتحال دیکھنے میں آئی ہے کہ مسلمانوں کے سینوں میں دبی عشقِ رسول کی چنگاریوں سے چراغ جلنے کی بجائے الاؤ سے بھڑک اٹھتے ہیں۔ ہمیں اس وقت یہ کوشش کرنی ہے کہ ان چنگاریوں سے جو الاؤ بھڑکیں ان سے اپنا نقصان نہ ہو، اپنی املاک نظرِ آتش نہ ہوں، اس دہکتے الاؤ کے شعلے محض وقتی نہ ہوں بلکہ امت مسلمہ کی اس بیداری کو ایک مستقل تحریک کی شکل دینے کی ضرورت ہے اور تسلسل کے ساتھ اس فکر کو عام کرنے کی ضرورت ہے کہ دنیا مذاہب کے احترام، قابلِ احترام ہستیوں کے تقدس اور مذہبی شعائر کے ادب کے حوالے سے سر جوڑ کر بیٹھے اور باقاعدہ طور پر قانون سازی کی جائے اور ایک ایسا حل تلاش کیا جائے، کوئی ایسا ضابطہ اور قاعدہ تشکیل دیا جائے کہ انسانی حقوق اور آزادیٔ اظہارِ رائے کے نام پر کسی کو دنیا کا امن و سکون خطرے میں ڈالنے اور کروڑوں لوگوں کی دل آزاری کا ارتکاب کرنے کی جرأت نہ ہو سکے۔

یاد رہے کہ یہ پہلا موقع ہے جب اہلِ مغرب اور اہلِ باطل پسپائی اختیار کرنے پر مجبور ہوئے، دلیل کے میدان میں ان کی شکست صاف دکھائی دے رہی ہے، ایسے میں عوامی سطح پر بھی اور حکومتی سطح پر بھی، ملکی اجتماعات و تقریبات میں بھی اور عالمی فورموں پر بھی مسلسل یہ آواز اٹھانے کی ضرورت ہے کہ دنیا کے امن و سکون کو بچانے کے لئے اور تہذیبوں کے تصادم کا راستہ روکنے کے لئے ایسے قوانین انتہائی ضروری ہیں جن کی وجہ سے قابلِ احترام ہستیوں اور مذہبی شعائر کو ہدفِ تنقید بنا کر دوسروں کے جذبات سے کھیلنے اور گوشہ سکون و عافیت میں بیٹھے لوگوں کو آتش فشاں بنا دینے کی جسارت کرنے والوں کو لگام دی جا سکے۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ کچھ عرصے سے پاکستان کا انسدادِ توہین رسالت کا قانون دنیا بھر کے اہلِ

باطل کی نظروں میں بری طرح کھٹک رہا ہے۔ وہ مختلف حیلوں اور بہانوں سے اس قانون کے خلاف پروپیگنڈا کرتے ہیں، اس قانون کے غلط استعمال کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں اور اس حد تک اس قانون کو آڑے ہاتھوں لیتے ہیں کہ انسان کو حیرت ہوتی ہے اور دوسری طرف آزادی اظہارِ رائے کی مالا اس تسلسل کے ساتھ جپتے چلے جاتے ہیں کہ "آزادی اظہارِ رائے" کوئی آسمانی اور الہامی قانون محسوس ہونے لگتا ہے لیکن حالیہ گستاخانہ فلم "آزادی اظہارِ رائے" کے قانون کے غلط استعمال کی ایک تازہ مگر بدترین مثال ہے اور اس قسم کی کئی مثالیں اس سے پہلے بھی موجود ہیں۔

حیرت انگیز امر یہ ہے کہ کچھ عرصہ قبل جب ایک برطانوی شہزادی کی برہنہ تصاویر ایک فرانسیسی میگزین میں چھپ گئیں تو اس پر ایک طوفان برپا ہوگیا۔ اسی طرح ہولوکاسٹ کے معاملے میں کہیں سے کوئی آواز اٹھے تو ہنگامہ کھڑا ہو جاتا ہے۔ شہزادی کی تصویر کا قضیہ ہو یا ہولوکاسٹ کا تاریخی واقعہ، اس طرح کے مواقع پر مغرب "آزادی اظہارِ رائے" کے فلسفے کو فراموش کر بیٹھتا ہے لیکن بدقسمتی سے پیغمبر اسلام ﷺ کی بے حرمتی ہو یا قرآن کریم کی توہین، ازواجِ مطہرات ؓ پر انگلی اٹھانے کا معاملہ ہو یا صحابہ کرام کے حوالے سے ہرزہ سرائی، مغرب اور اہلِ باطل کو آزادی اظہارِ رائے کا قانون یاد آجاتا ہے۔ اس لئے ہماری دانست میں اب وہ وقت آگیا ہے کہ دنیا کو عالمی سطح پر ایسا کوئی ضابطہ، ایسا کوئی قانون بنانا ہی ہوگا جس کے ذریعے آزادی اظہارِ رائے اور توہین میں فرق کیا جاسکے، کوئی ایسی لکیر کھینچنا ہی ہوگی جو توہین اور آزادی اظہارِ رائے کے مابین حدفاصل قرار دی جاسکے اور یہ منزل حاصل کرنے کیلئے باقاعدگی اور مستقل مزاجی سے محنت کرنے کی ضرورت ہے، عوامی سطح پر بھی اور حکومتی سطح پر بھی۔ ملکی اور بین الاقوامی دائروں میں مسلسل اس طرح کے قانون کی ضرورت واہمیت کو اجاگر کرنے کی ضرورت ہے۔

اس فلم کے بعد صدرِ پاکستان جناب آصف علی زرداری کی طرف سے اقوامِ متحدہ جیسے عالمی فورم پر، وفاقی وزیر داخلہ کی طرف سے سارک ممالک کے وزرائے داخلہ کے اجلاس میں اور وزیراعظم راجا پرویز اشرف، ڈپٹی وزیراعظم چوہدری پرویز الٰہی اور چوہدری شجاعت حسین جیسے حکومتی زعماء کی طرف سے اس معاملے میں جس دلچسپی اور سنجیدگی کا اظہار کیا گیا حتیٰ کہ اے این پی جیسی سیکولر جماعت کے رہنما غلام احمد بلور کی طرف سے ملعون گستاخ کے قتل پر انعام کا اعلان ثابت کرتا ہے کہ اس معاملے میں ہر سطح اور طبقے میں کافی فکرمندی اور سنجیدگی پائی جاتی ہے، اس لیے اس حوالے سے کوئی حکمت عملی وضع کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے لیے ایک تو قومی مجلس مشاورت طرز کی فکری اور مشاورتی نشستوں کا تسلسل کے ساتھ اہتمام وانعقاد ضروری ہے۔ او آئی سی کا اجلاس بلایا جائے اور اس معاملے میں پوری امت مسلمہ کو ایک نکتے اور ایک موقف پر اکھٹا کرنے کی کوشش کی جائے۔ اسلام آباد میں دنیا کے جن جن ممالک کے سفارت خانے ہیں ان کے سفراء کا ایک سیمینار منعقد کروایا جائے اور ان کے سامنے اس صورت حال کی نزاکت وسنگینی کو اجاگر کیا جائے اور اس کے حوالے سے مسلمانوں کے جذبات واحساسات سے انہیں آگاہ کرکے اپنے اپنے ملکوں کو رپورٹیں بھیجنے کا کہا جائے۔ اسلام آباد، لندن اور مکہ مکرمہ میں ایسی عالمی سطح کی کانفرنسوں کا انعقاد کیا جائے جن میں دنیا بھر کے صلح جو، انصاف پسند اور امن دوست زعماء کو مدعو کرکے اس حوالے سے انہیں عالمی سطح پر قانون سازی کی ضرورت کا احساس دلایا جائے۔ ☆☆